بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسنون اذکار و نوافل
میں
بدعت کی پہچان

تالیف:

مولانا ریاض احمد خاں

پیشکش:

ادارہ عوۃ القرآن

۵۹۔محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون: ۲۳۴۶۵۰۰۵

پہلا ایڈیشن: ۲۰۰۰

نومبر ۲۰۰۸ء

قیمت: ۱۲ / روپے

Rs.12/-

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳	مسنون اذکار و نوافل میں بدعت کی پہچان	۱۶	مندرجہ بالا احادیث سے ماخوذ، فقہاء کے چند کلی قاعدے۔
۳	اعمال واذکار میں شرعی حدود کا لحاظ ضروری امر	۱۸	مطلق اذکار و نوافل میں اللہ کی رخصت پر عمل نہ کرنا بدعت ہے۔ اس نکتے پر ملا علی القاریؒ کی رائے۔
۴	شریعت میں معتبر دلائل کے ماخذ	۱۹	حضورؐ کی اتباع جیسے فعل میں واجب ہے ویسے ہی ترک فعل میں بھی واجب ہے اس نکتے پر ملا علی القاریؒ وغیرہم کی رائے۔
۴	شریعت میں احکام کی دو اقسام ہیں مقیدہ اور مطلقہ	۱۹	ترک فعل کی سنت کی اتباع نہ کرنے والوں کو حضورؐ کی تنبیہ اور ممانعت کی چند مثالیں
۴	احکام مقیدہ میں قید اور تفصیل، حکم کا مستقل حصہ ہوتی ہے	۲۳	حضورؐ کے ترک فعل کی اتباع بھی سنت ہے اور اس کی مخالفت بدعت ہے۔ اس نکتے پر مختلف علماء کی رائیں۔
۵	احکام مطلقہ میں قید اور تفصیل عارضی اور جزئی امور ہوتے ہیں	۲۵	حضورؐ کے اسی ترکِ فعل کی سنت کی مخالفت کو صحابہؓ نے بدعت قرار دیا ہے۔
۶	احکام مطلقہ میں بدعت کیوں، کب اور کس راہ سے داخل ہوتی ہے؟	۲۸	علماء نے صحابہؓ اور حضورؐ کے اسی ترکِ فعل حجت تسلیم کیا ہے۔ چند مثالیں
۷	صوفیاء کے مروجہ اعمال کی حیثیت	۳۰	خلاصۂ بحث
۷	مطلق حکم کے ثبوت سے قید اور تفصیل کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا	۳۱	عوام کے لئے صحیح راہ عمل
۸	مطلق اذکار و نوافل میں مستقل قیود و تفصیلات کا اضافہ بدعت ہے اس نکتے پر امام شاطبیؒ.....	۳۳	بدعت پر عمل کے مقابلے میں ترکِ سنت بہتر ہے۔ فقہاء کا اصول
۱۰	حافظ ابن دقیق العیدؒ کے دلائل	۳۴	آخری بات
۱۱	علامہ زین العابدینؒ کے دلائل		
۱۲	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دلائل		
۱۲	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے دلائل		
۱۳	وہ احادیث جن سے علماء کے یہ دلائل ماخوذ ہیں		
۱۴	مطلق نفلی اذکار نوافل میں مستقل قیود و تفصیل کا اضافہ بدعت ہے اس پر چند اصولی دلائل		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسنون اذکار و نوافل میں بدعت کی پہچان

قرآن وسنت اور اصول فقہ کے مطالعے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ بدعت کا اصل محل و دائرہ عبادات کا دائرہ ہے۔ اس لئے عبادات خواہ فرائض ہوں یا مستحبات، ان میں کسی طرح کا کوئی اضافہ یا ترمیم بدعت وضلالت ہے۔ اور صوفیاء کرام نے عبادات کے دائرے میں جو اضافے یا نئے طریقے ایجاد کئے ہیں وہ سب کے سب ان نفلی اذکار و عبادات سے متعلق ہیں، جن کا حکم شریعت میں مطلقاً اور اجمالاً آیا ہے۔ یعنی جن کی ادائیگی کے لئے شریعت نے دن، وقت، مقدار اور کیفیت کی کوئی قید اور پابندی مقرر نہیں کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ ان نفلی عبادات کی ادائیگی دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی قید و پابندی کے بغیر محال ہے۔ اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان نفلی عبادات کی ادائیگی میں دن، وقت، مقدار اور کیفیت کی پابندی اور اضافہ کیوں کر بدعت وضلالت ہو سکتا ہے اور اگر بدعت وضلالت ہے تو قرآن، سنتِ رسول، آثار صحابہؓ اور فقہی قواعد میں ان کے بدعت وضلالت ہونے پر کیا دلائل ہیں۔

اعمال واذکار میں شرعی حدود کا لحاظ ضروری امر ہے۔

یہ بات امت کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی عمل خواہ وہ کتنا ہی عظیم اور اہم کیوں نہ ہو، اسی وقت معتبر اور مقبول ہو سکتا ہے جبکہ وہ شرعی قوانین وضوابط کے مطابق ہو۔ عمدہ سے عمدہ عمل قانونِ شرعی کے خلاف واقع ہونے کی وجہ سے مردود اور نا قابل اعتبار ہو جاتا ہے۔ اسلئے صوفیاء کرام کے

ان اعمال واذکار میں بھی قانونِ شرعی کا لحاظ اور ان کے آداب وحدود کا پاس نہایت ضروری امر ہے۔ اور ان کی اسی اہمیت کی وجہ سے ان شرعی آداب وحدود کا علم اور پہچان، ہر شخص اور جماعت کے لئے نہایت ضروری ہے، تاکہ وہ شریعت کی قائم کردہ حدِ اعتدال پر قائم رہے، اور غلو فی الدین اور شریعت محمدی کی تبدیلی کا مرتکب نہ ہو، جس کی وجہ سے نیکی برباد اور گناہ لازم کا مصداق قرار پائے۔

شریعت میں معتبر دلائل کے ماخذ

یہ بات بھی امت کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ شریعت کے نزدیک معتبر دلائل کے ماخذ چار ہیں۔ کتاب، سنت، قیاس اور اجماع، بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو اصل ماخذ دو ہی ہیں، یعنی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ۔ باقی دو، یعنی قیاسِ مجتہد اور اجماع امت، دونوں اصل ماخذ کی شاخیں ہیں۔ اسی سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ کسی عمل کا مفید ہونا، مقبولِ عام ہونا یا علماء کا ان پر عامل ہونا، شریعت کے نزدیک معتبر دلائل نہیں ہیں۔ یہ کسی عمل کی صحت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتے، البتہ دلیل شرعی سے ثابت عمل کے لئے ترجیح اور اطمینان کا ذریعہ ضرور بن سکتے ہیں۔

شریعت میں احکام کی دو اقسام ہیں مقیدہ اور مطلقہ

یہ بات بھی معلوم اور متعین ہے کہ شریعت میں احکام کی دو قسمیں ہیں۔ احکام مقیدہ......یعنی دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی مستقل پابندی سے مقید احکام...... احکام مطلقہ............یعنی دن، وقت، تعداد اور کیفیت کی مستقل پابندی سے آزاد احکام............احکام مقیدہ میں قید، شرعاً مطلوب اور لازم ہوتی ہے، کیوں کہ وہ شارع یعنی اللہ ورسول ﷺ کی متعین کردہ ہوتی ہے۔

احکام مقیدہ میں قید اور تفصیل، حکم کا مستقل حصہ ہوتی ہے

احکام مقیدہ میں قید، احکام کی پہچان خاص اور اس کی تفصیل ہونے کے ساتھ ہی حکم کا

جزو لاینفک بھی ہوتی ہے۔اسی لئے احکام مقیدہ میں قیداور اس کی تفصیل کی پابندی کے بغیر، حکم پر عمل بے معنیٰ ہو جاتا ہے کیوں کہ مقید احکام میں قید پر عمل کرنے سے ہی احکام کی ادائیگی معتبر اور مقبول ہوتی ہے۔مثلاً صلوٰۃ ظہر اسی صورت میں صلوٰۃ ظہر ہو گی۔ اوراس کی ادائیگی اسی وقت معتبر اور مکمل تسلیم کی جائے گی جب کہ وہ انہیں اوقات،تعداد اور شکل کی قید اور تفصیل کے ساتھ ادا کی جائے۔ جو اس کے لئے شریعت میں مقرر اور متعین ہے، ورنہ وہ ایک عام نماز ہوگی، نہ کہ ظہر کی خاص اور مقید نماز۔احکام مقیدہ سے متعلق مشہور فقہی قاعدہ کلیہ یہ ہے۔

المقید یجری علی تقییدہٖ احکام مقیدہ میں حکم قید ہی پر جاری ہوتا ہے۔

احکام مطلقہ میں قید اور تفصیل عارضی اور جزئی امور ہوتے ہیں

اس کے برعکس ، احکام مطلقہ آزاد ہوتے ہیں، کیوں کہ حکم مطلق اور عام ہوتا ہے۔اس لئے احکام مطلقہ اور عامہ پر کسی بھی وقت، دن، تعداد اور شکل کے ساتھ عمل کیا جائے تو حکم کی ادائیگی ثابت اور مکمل ہو جائے گی۔ چنانچہ احکام مطلقہ سے متعلق مشہور فقہی قاعدہ کلیہ یہ ہے۔المطلق یجری علیٰ اطلاقہٖ۔

علماء نے مطلق کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ احکام مطلقہ و عامہ میں نفس حکم پر عمل کا اعتبار ہوتا ہے عمل کی مقدار، خصوصیات اور تفصیلات کا نہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ احکام مطلقہ پر عمل، وقت، تعداد اور شکل کی قید اور تفصیل کے بغیر ناممکن ہے، جیسا کہ محققین علماء نے فرمایا ہے۔

لا وجود للمطلق الا فی ضمن الجزئی یعنی احکام مطلقہ پر عمل، ضمنی و جزئی وقت، تعداد اور شکل کے بغیر محال ہے۔

اس وضاحت سے ایک اور قاعدہ کلیہ یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مطلق اور اجمالی اذکار و نوافل کی

ادائیگی میں ، جو عارضی اور ضمنی قیدیں اور تفصیلات ، اوقات اور مقدار کی شکل میں پائی جائیں گی وہ اس عبادت کے مستقل ضابطے، حصے اور قیود نہ ہوں گی ، بلکہ وقتی ، عارضی اور ضمنی امور ہوں گے۔لیکن اگر انہی عارضی و ضمنی امور............یعنی اوقات و مقدار کی عارضی شکلوں ....کو، کوئی شخص، اپنی رائے و پسند سے ، مطلق اذکار و نوافل کے حکم کا مستقل حصہ اور جز بنا دے، خود بھی اس کی پابندی کرے اور دوسرے لوگوں سے بھی پابندی کرائے تو وہ مطلق شرعی حکم اپنی اطلاقی حیثیت میں باقی نہ رہے گا ، بلکہ مخصوص و مقید ہو کر ، بدعت و ضلالت کے حکم میں داخل ہو جائے گا۔اور جس کی وجہ سے مطلق حکم کی تبدیلی اور اس میں اضافے کا بدترین جُرم لازم آئے گا۔چنانچہ فقہاء نے اس کے لئے یہ قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے۔

لا یتقید المطلق بوصف او قید من قبل الرای۔ یعنی مطلق ......اذکار و نوافل کے......حکم کو اپنی رائے و پسند سے، کسی خاص تعداد، وقت اور شکل سے مقید اور خاص نہیں کیا جا سکتا۔

احکام مطلقہ میں بدعت کیوں، کب اور کس راہ سے داخل ہوتی ہے؟

اس اصولی وضاحت کے بعد، غور طلب بات یہ ہے کہ تصوف کے یہ اعمال و اذکار، جو اپنی مطلق اور اجمالی حیثیت میں نبی کریم ﷺ سے ثابت اور آپ کے سکھائے ہوئے ہیں، لیکن ان کی ادائیگی کے لئے ، حضور ﷺ نے کوئی خاص وقت، تعداد، شکل اور طریقے کو لازم اور متعین نہیں فرمایا ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا شرعی قواعد کی روشنی میں ، اپنی رائے و پسند سے ، کسی خاص طریقہ، وقت، تعداد اور کیفیت کو ان اعمال و اذکار کا مستقل حصہ اور جز نہیں بنایا جا سکتا۔اور کسی بھی شخص کی ایسی کوئی جسارت، خواہ وہ بلند ترین مرتبہ کا حامل ہی کیوں نہ ہو، حضور کی شریعت کا حلیہ بگاڑ دینا، حدود اللہ سے تجاوز کرنا، اور دین و عبادت میں نئی چیز کا اضافہ کرنا اور بدعت و ضلالت ہے۔ کیوں کہ ایسی جسارت سے حکمِ مطلق و عام نہ رہ کر، مقید اور خاص ہو جائے گا۔

صوفیاء کے مروجہ اعمال کی حیثیت

صوفیاء کرام کے ان مروجہ اعمال و اذکار کا وقت، تعداد اور شکل سے مستقلاً مقید اور خاص ہونا بالکل واضح وبدیہی بات ہے۔اور یہ بات بھی یقینی طور پر ثابت ہے کہ مخصوص نظام اعمال واذکار کی پابندی، مخصوص تعداد، اوقات، کیفیات اور مروجہ شکل کے ساتھ، نہ تو حضور ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں تھا، اور نہ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانوں میں ہی، جس کا انکار محال ہے۔

لہٰذا ان اعمال واذکار کی ادائیگی کے لئے، حضور ﷺ کے طریقے اور تعلیم سے بالکل مختلف اور الگ، اپنی رائے وپسند سے، مخصوص ومقید ہیئت کا التزام، اس پر اصرار اور دوام، پابندی اوقات کے لزوم و اہتمام کے ساتھ، اپنی موجودہ شکل میں اگر بدعت نہیں ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟

مطلق حکم کے ثبوت سے قید اور تفصیل کا ثابت ہونا لازم نہیں آتا

یہ بات بھی خاص طور پر ملحوظ رکھنے کی ہے کہ مطلق اور اجمالی اذکار کے حکم کے اثبات سے، مقید اور تفصیلی اذکار واشغال کا ثبوت نہیں ہوتا۔اس لئے مطلق اور اجمالی احکام کے اثبات سے، مقید اور تفصیلی احکام کا اثبات ہرگز صحیح نہیں ہے۔جب تک ان کی تفصیل اور تخصیص کے لئے کوئی خاص اور مستقل دلیل شرعی نہ ہو۔شریعت مقدسہ کے کسی مطلق اور اجمالی حکم کو اپنی رائے وپسند سے، مقید اور خاص کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے، خواہ وہ صحابی ہی کیوں نہ ہو۔مطلق اور عام کو خاص، یا مقید اور خاص کو عام، دلیل شرعی کے بغیر، اپنی رائے وپسند سے کرنا ہی دین وعبادت میں نئی چیز کا اضافہ، خدا اور رسول کے حق تشریع پر دست درازی اور بدعت وضلالت ہے۔امام شاطبیؒ اس نکتے کی وضاحت میں جو دلیل دیتے ہیں وہ ملاحظہ ہو۔

فاذا ثبت مطلق الصلوٰۃ لا یثبت اثبات الظهر و العصر والوتر و غير ها حتی ينص عليها علی الخصوص و كذٰلك اذا ثبت مطلق الصيام لا يلزم منه

اثبات صوم رمضان او عاشورا اَوشعبان اَو غير ذٰلِكَ،حتی يثبت بالتفصيل بدليل صحيح۔(الاعتصام جلد ۱ ص ۱۸۲)

جب شریعت سے صرف مطلق نماز کا ثبوت ہو تو اس سے ظہر، عصر، اور وتر وغیرہ کی خاص اور تفصیلی نماز کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔جب تک خصوصی طور پر کوئی نص ان کی تفصیل پر دلالت نہ کرے۔اور اسی طرح مطلق روزے کے ثبوت، سے رمضان کے (خاص) روزے، شعبان اور عاشوراء کے روزوں یا ان کے علاوہ اور روزوں کا ثبوت نہیں ہوتا۔جب تک وضاحت کے ساتھ، واضح اور صحیح دلیل شرعی سے ان کی تفصیل کا ثبوت نہ مل جائے۔

مطلق اذکار ونوافل میں مستقل قیود وتفصیلات کا اضافہ بدعت ہے اس نکتے پر امام شاطبیؒ کی رائے ودلائل

ایک دوسرے موقع پر اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے، امام شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ دلیلِ شرعی کے بغیر، مطلق اذکار ونوافل کو وقت، تعداد اور شکل سے مقید کرنا، شریعت میں رائے وپسند کو داخل کرنا ہے۔

التقييد فی المطلقات التی لم يثبت بدليل الشرع تقييد ها رائٌ فی التشريع۔(الاعتصام جلد ۱ ص ۱۸)

’’مطلق (اذکار ونوافل کے) حکم کی ایسی تخصیص اور تقیید جو دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، شریعت میں رائے وپسند کو داخل کرنا ہے‘‘۔

رائے وپسند سے، مطلق اور اجمالی اذکار ونوافل کی تخصیص اور تفصیل کے حکم کو بیان کرنے کے بعد، شریعت میں ان عبادات کی حیثیت کی وضاحت کرتے ہوئے، امام شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ ایسی عبادات و اذکار سے منع کیا جائے گا اور ان کے ترک کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا، کیوں کہ ان عبادات کی موجودہ

شکل اپنی مخصوص تعداد، وقت اور دیگر تفصیلات کے اعتبار سے شریعت کے خلاف ہے:

ان یطلب ترکہٗ ینھیٰ عنہٗ لکونہ مخالفة ظاھرالتشریع من جھة ۔ ضرب الحدود و تعین الکیفیات والتزام الھیئات المعینه، مع الدوام و نحو ذٰلِکَ، وھٰذا ھوالابتداء والبدعة۔(الاعتصام جلد ا ص ۱۸)

کہ اس (عبادت) کے ترک کا مطالبہ کیا جائے گا اور اس سے منع کیا جائے گا کیوں کہ اس عبادت کا، ڈھانچہ شریعت کی ظاہری طور پر مخالفت کرتا ہے، اپنے مخصوص حدود وکیفیت کے تعین کی وجہ سے، مخصوص وقت وشکل کے التزام اور اس پر دوام کی وجہ سے، اور دوسری خصوصیات وتفصیلات کی وجہ سے۔ اور یہی ہے دین میں نیا طریقہ اور یہی بدعت ہے۔''

جن مطلق اذکار ونوافل کی ادائیگی کے لئے شریعت میں کسی وقت، تعداد اور شکل کا تعین نہیں ہے ان کی ادائیگی کے لئے مخصوص اوقات، تعداد، اجتماع اور شکلوں کا مستقل اہتمام اور دوام بدعت وضلالت ہے۔ اس نکتے کی وضاحت امام شاطبیؒ الاعتصام جلد ا ص ۲۰ پر یوں کرتے ہیں:

و منھا التزام الکیفیات و الھیئات المعینة کالذکر بھیئة الاجتماع علی صوتٍ واحدٍ۔(الیٰ ان قال) و منھا التزام العبادات المعینه، فی اوقات المعینة،لم یوجد لھا ذٰلک التعین فی الشریعة۔

''اور مطلق عبادات کی ادائیگی کیلئے مخصوص ومعین کیفیات اور شکلوں کا التزام بھی انہی بدعات میں سے ہے، جیسے اجتماعی شکل میں ایک ساتھ ایک آواز پر ذکر کرنا۔ (مزید بحث کے بعد فرمایا) اور معین ومخصوص عبادات کا مخصوص ومعین اوقات میں التزام واہتمام بھی انہی بدعات میں سے ہے، جن کے لئے شریعت میں وہ اوقات وعبادات متعین نہیں ہیں''۔

ایک دوسرے مقام پر اسی بات اور نکتے کو امام شاطبیؒ اس طرح واضح کرتے ہیں:

فاذا ندب الشرع، مثلاً الیٰ ذکر الله فالتزام قوم، الاجتماع علیٰ لسانٍ

واحدٍ، اَوُبصوت واحدٍاَو فی وقتٍ واحدٍ، مخصوص عن سائر الاوقات ، لم یکن فی ندب الشرع ، مایدل علیٰ ھٰذا التخصیص الملتزم ، بل ما یدل علیٰ خلافهٖ۔(الاعتصام جلد ا ص ۲۰۰)

''اور انہی بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ جب شریعت نے کسی عبادت کی ترغیب دی ہو، مثلاً اللہ کا ذکر، (لیکن اس کے لئے، کسی خاص وقت، اجتماع، تعداد یا شکل کا تعین نہ کیا ہو) لیکن کچھ لوگ اس ذکر کیلئے، عام اوقات کے علاوہ، کچھ مخصوص ومتعین وقت میں، جمع ہوکر، اجتماعی شکل میں، ایک زبان اور ایک آواز کے ساتھ یہ ذکر کریں، جن اوقات، اجتماع اور شکل کے مخصوص التزام کے مستحب ہونے پر، شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ شرعی دلیل اس کے خلاف ہے۔''

حافظ ابن دقیق العیدؒ کے دلائل

حافظ ابن دقیق العیدؒ مطلق اذکار ونوافل کو مخصوص وقت، حال، تعداد اور شکل کے مستقل اہتمام اور دوام کے ساتھ ادائیگی کے لئے، خصوصی دلیل شرعی کو لازم اور ضروری قرار دیتے ہیں ملاحظہ ہو:

ان ھٰذا الخصوصیات با لوقت اَو با الحال و الھیئه والفعل المخصوص یحتاج الیٰ دلیل خاصٍ یقتضی استحبابه بخصوصهٖ، وھٰذا ا قرب، (الیٰ ان قال) لان الحکم باستحبابهٖ علیٰ تلک الھیئة، یحتاج دلیلاً شرعیاً ولا بُدَّ۔(احکام الاحکام جلد ا ص ۵۱)

حقیقت میں وقت، حال، تعداد، شکل اور فعل مخصوص کی یہ خصوصیات، کسی خاص دلیل شرعی کی محتاج ہیں، جو خاص طور پر ان کے مستحب وپسندیدہ ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ یہی بات اقرب الی الصواب ہے (پھر مزید بحث کے بعد فرمایا) کیوں کہ کسی عبادت کے کسی خاص شکل اور وقت کے ساتھ مستحب وپسندیدہ ہونے کے لئے لازمی ہے کہ اس پر دلیل شرعی موجود ہو''۔

عبادات میں ایسی نئی چیزوں کا اضافہ، جو شرع سے ثابت نہیں ہے غلط ہے، کیوں کہ عبادت میں تعبد کا غلبہ ہے اور اس کا ماخذ توقیف ہے، یعنی اس حد و طریقے پر ٹھہر جانا ہے جو شریعت سے ثابت ہے اس نکتے کی وضاحت حافظ ابن دقیق العیدؒ اس طرح کرتے ہیں۔

العبادة من جهة الشرع مرتبة علىٰ وجهٍ مخصوصٍ، فيريد بعض الناس ان يحدث فيها امرًا آخر مالم يردبهٖ الشرع ، زاعماً انه، يدرجهٗ تحت عمومٍ، فهذا لا يستقيم لان الغالب على العبادةِ التعبدو ما خذها التو قيف۔ (احکام الاحکام جلد ا ص ۵۱)

’’عبادت شریعت میں کسی مخصوص طریقے پر ثابت ہوتی ہے۔ لیکن بعض لوگ اس میں کچھ دوسری نئی چیزیں ملا دیتے ہیں جو شریعت سے ثابت نہیں ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ بھی عبادت کے عموم میں داخل و شامل ہیں۔ تو ان کا یہ خیال اور سمجھ درست نہیں ہے کیوں کہ عبادت پر تعبد کا غلبہ ہے اور اس کا ماخذ توقیف ہے۔ یعنی اس حد پر رک جانا ہے جو شریعت سے ثابت ہے۔‘‘

علامہ زین العابدینؒ کے دلائل

مشہور فقیہ علامہ زین العابدین ابن نجم الدین المصری الحنفیؒ اس نکتے و بات کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

لان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد بهٖ تخصيص وقتٍ دون وقتٍ اور بشيءٍ دون شيءٍ لم يكن مشروعاًحيث لم يردبهٖ الشرع لانهٗ خلاف الشرع۔ (بحرالرائق جلد ۲ ص ۱۵۹)

’’عام اوقات و چیزوں کو چھوڑ کر، جب اللہ کا ذکر، کسی خاص وقت اور چیز کے ساتھ مخصوص کر لیا گیا جن کے ساتھ وہ مشروع نہیں تھا، تو عموم کو چھوڑ کر ایسی تخصیص خلافِ شرع ہوگی۔ کیوں کہ اس

کے لئے شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔‘‘

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے دلائل

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ تحریف دین کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ’’اور ان اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ تشدد اختیار کر لیا جائے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبادات کی ایسی شکل اختیار کر لی جائے جس کے متعلق شریعت میں کوئی حکم یا دلیل نہ ہو۔ مثلاً کوئی دائمی طور پر روزہ رکھے اور قیام کرے۔ گوشہ نشینی اختیار کرے یا نکاح کرنا چھوڑ دے۔ اور مثلاً یہ کہ سنتوں اور مستحبات کا ایسا التزام اور اہتمام کرے جیسا کہ واجبات اور فرائض کا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور عثمان بن مظعونؓ نے ایسی ہی سخت عبادتوں و ریاضتوں کا ارادہ کیا، تو حضور نے انہیں سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’جب بھی کوئی شخص دین کے ساتھ سختی برتے گا اور اپنے نفس کو ناقابل برداشت عبادتوں میں مبتلا کرے گا، تو وہ دین کی پیروی سے عاجز ہو جائے گا۔‘‘ .... چنانچہ جب کوئی متعمق اور متشدد کسی قوم کا معلم اور سردار ہو جاتا ہے تو قوم یہ خیال کرنے لگتی ہے کہ شریعت کا حکم اور پسندیدہ عمل یہی ہے۔ اور یہی بیماری تھی یہود و نصاریٰ کے راہبوں میں، جس نے دین کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۱۲۰ بحوالہ تفہیمات حصہ چہارم از مولانا مودودیؒ)

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے دلائل

عبادات کے شرعی حدود کے اندر ہر قسم کی تبدیلی بدعت و ضلالت ہے۔ اس بات کو مولانا خلیل احمد سہارنپوری اس طرح بیان کرتے ہیں۔

’’اصل یہ ہے کہ محکم آیات و احادیث، مجمع علیہ تمام امت کا ہے۔ کسی حد کو حدود شرعیہ سے تغیر نہیں کرنا چاہئے اور کسی حکم کو تبدیل نہیں کرنا چاہئے، کمی و زیادتی وغیرہ سے نہیں بدلنا چاہئے۔ مطلق کو

مطلق، مقید کو مقید، ضروری کو ضروری، مباح کو مباح، اپنے اپنے مشروعہ پر رکھنا واجب ہے ورنہ تعدی حدود اللہ اور احداث و بدعت میں گرفتار ہو جائے گا۔'' (براہین قاطعہ ص ۱۱۲)

فقہاء امت کے مندرجہ بالا دلائل کی بنیاد پر یہ قاعدہ کلیہ واضح ہو جاتا ہے کہ مباح نظری اور عملی دونوں حیثیتوں سے مباح رہے، اور اپنی حد سے نکل کر سنت اور فرض نہ بن جائے۔ مطلق نفلی افکار وعبادات کی عمومی حیثیت تبدیل نہ ہو۔ مقید عبادتیں اپنی تفصیلی قیدوں پر باقی رہیں۔

وہ احادیث جن سے علماء کے یہ دلائل ماخوذ ہیں

فقہاء نے قرآن وسنت کے جن نصوص سے یہ قاعدہ اخذ کیا ہے اس پر دلالت کرنے والی آیات واحادیث تو بہت ہیں۔ لیکن مثال کے لئے درج ذیل حدیث اس قاعدے کو واضح اور نمایاں کرنے کے لئے کافی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون فى صومٍ لصوم احدكم۔ (مسلم)

'' عام راتوں میں سے صرف جمعہ کی رات کو (نفلی) نماز کے لئے مخصوص نہ کرو۔ اور عام دنوں میں صرف جمعہ کے دن کو (نفلی) روزہ کے لئے مخصوص نہ کرو۔ البتہ اگر کوئی مسلسل روزہ رکھ رہا ہے اور درمیان میں جمعہ کا دن آجائے تو اور بات ہے اور کوئی مضائقہ نہیں۔''

نبی کریم ﷺ کے نزدیک، امت کے لئے اپنی اس ہدایت کی اہمیت کیا تھی۔ اس کا اندازہ ایک دوسری حدیث سے ہوتا ہے جسے امام بخاریؒ نے حضرت جویریہؓ بنت حارث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن، حضور ﷺ حضرت جویریہؓ کے پاس تشریف لے گئے، تو ان کو روزے سے دیکھ کر'' آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ کل بھی روزے سے تھیں؟'' انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! تو'' حضور ﷺ نے دوبارہ سوال کیا کہ کل بھی روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟'' انہوں نے

جواب دیا کہ نہیں۔'' تو حضور نے ان کو روزہ توڑنے کا حکم دے کر روزہ افطار کرا دیا۔'' (بخاری)

فقہا کے نزدیک نبی کریم ﷺ کے اس حکم کی علت یہ ہے کہ نماز جمعہ اور جمعہ کے دن کی فضیلت قرآن وسنت میں مخصوص طور پر بیان ہوئی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے یہ محسوس کیا کہ جمعہ کے دن کی اس فضیلت کی وجہ سے کہیں امت، عام دنوں وراتوں کے مقابلے میں، جمعہ کے دن ورات کو مطلق نفلی عبادات واذکار کیلئے بھی مخصوص نہ کر لے، اس وجہ سے آپ نے امت کو حکماً منع فرما کر دین اسلام کا یہ اصول واضح کر دیا کہ جس عبادت کے لئے شریعت میں جو دن اور وقت مقرر ہے اس کو اسی دن اور وقت میں ادا کرنا چاہئے۔ اور جس عبادت کے لئے شریعت میں کوئی دن اور وقت متعین نہیں ہے، اس کو عام دنوں اور اوقات کے علاوہ، فضیلت والے خاص دنوں اور اوقات میں بھی مخصوص کرنا صحیح اور درست نہیں۔

مطلق نفلی اذکار ونوافل میں مستقل قیود وتفصیل کا اضافہ بدعت ہے اس پر چند اصولی دلائل:

اصولی طور پر حضور ﷺ کی ان احادیث سے یہ قاعدہ کلیہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہر عبادت وعمل میں، اس عمل وعبادت سے متعلق، حضور ﷺ کی ہدایت کی اتباع فرض ولازم ہے۔ حضور ﷺ کے کسی حکم خاص کو عام اور کسی عام حکم کو خاص کرنا شریعت میں رائے وپسند کے ذریعہ تغیر وتبدل کرنا ہے۔ مزید یہ کہ حضور ﷺ کا حکم '' لاتخصوا '' یہاں یہ مطلق اور عام ہے اس لئے وہ نفلی عبادات واذکار جو شریعت میں مطلق اور عام ہیں، تخصیص وتفصیل کے بعد، لازماً بدعت وممانعت کے حکم میں داخل ہو جائیں گے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے مندرجہ بالا حدیث سے جو استدلال کیا ہے ملاحظہ ہو: **احتج به العلماء علىٰ كراهية هذا الصلوٰة المبتدعة التى تُسمّٰى الرغائب، قاتل الله واضعها و مخترعها فانهٗ بدعة منكرة من البدع التى هى الضلالة والجهالة۔**

"اس حدیث سے علماء دلیل و حجت لائے ہیں۔ اسی نئی نماز کی کراہیت پر جس کا نام الرغائب ہے (جو ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے)، اللہ تعالیٰ اس بدعت کے گھڑنے والے کو ہلاک کرے۔ کیوں کہ یہ وہی بدعت منکرہ ہے جو ضلالت و جہالت ہے۔"

امام نوویؒ کی اس تشریح سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ مطلق نفلی نماز اور اذکار جو اگر عام حالات و اوقات میں ادا کئے جائیں، تو قربِ خداوندی کے حصول کا بہترین عمل و ذریعہ ہیں۔ لیکن ان ہی نفلی نماز اور اذکار کو، رائے و پسند سے، مخصوص دنوں، اوقات، تعداد اور کیفیات کی قید کے ساتھ اگر مقید اور خاص کر دیا گیا، تو اس تخصیص اور تفصیل کی وجہ سے یہی نماز بدعت منکرہ ہو جائے گی۔

حضور ﷺ کی اسی حدیث سے علماء نے صلوٰۃ الرغائب ....یعنی ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات کی نماز .... کے بدعت ہونے پر چند اصولی دلائل کا استنباط کیا ہے جن کا یہاں پر نقل کرنا مناسب و ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فعلها با الجماعة وهی نا فلة ولم يرد به الشرع۔

یعنی صلوۃ الرغائب کو با جماعت ادا کرنا بدعت ہے۔ کیوں کہ یہ عام نفلی نماز ہے اور شریعت میں مطلق نفلی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم نہیں ہے سوائے ان نوافل کے جن پر حضور ﷺ نے خود عمل کیا ہے، مثلاً: نماز تراویح، استسقاء اور کسوف کی نماز وغیرہ۔

تخصيص سورة الاخلاص و القدرولم يروبهٖ الشرع۔

"یعنی صلوٰہ الرغائب میں سورہ اخلاص اور سورۃ القدر کو خصوصیت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام کرنا بدعت ہے۔ کیوں کہ اس کی تخصیص، شریعت سے ثابت نہیں ہے۔" چوں کہ شریعت میں ہر نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد کسی بھی عام سورۃ کو پڑھنے کا حکم عام ہے، لہٰذا کسی نماز میں کسی سورۃ کو مخصوص کرنا، شریعت کے حکم عام کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔ البتہ جہاں اور جن نمازوں کے لئے، حضور ﷺ سے، کسی سورۃ کی تخصیص ثابت ہے وہ نماز اس حکم عام سے مستثنیٰ ہوگی، جیسے

نماز جمعہ میں، سورہ جمعہ اور سورہ کافرون کی تخصیص وغیرہ۔

تخصيص الجمعة دون غيرها قدوردالنهی عنهٗ ۔

"یعنی عام راتوں کے علاوہ، صرف جمعہ کی رات کو اس نماز کے لئے مخصوص کرنا، جب کہ حضور ﷺ اس سے صراحتاً منع فرما چکے ہیں۔"

ان العامة يعتقد و نها سنة ۔ یعنی عوام اس نماز کے لزوم اہتمام اور دوام کی وجہ سے اسے سنت سمجھنے لگیں گے۔ اور اس اعتقاد کی وجہ سے شریعت کے حکم کا منشاء بدل جاتا ہے۔ اس لئے اس کا اہتمام بدعت ہے۔

ان الصحابة والتابعين و من بعدهم لم ينقل عنهم۔ "یعنی صحابۂ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ سے یہ نماز ثابت نہیں ہے۔ یہ بہت ہی واضح اور عام فہم دلیل ہے۔ یعنی عام نفلی عبادات کیلئے بھی، حضور ﷺ، صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت طریقے سے مختلف اور الگ طریقہ مَردُود اور بدعت ہے۔"

مندرجہ بالا احادیث سے ماخوذ، فقہاء کے چند کلی قاعدے

اس حدیث سے ماخوذ اصولی دلائل کی بنیاد پر فقہاء نے چند اور کلی قاعدوں کا استنباط مثال اور اقسام کے طور پر کیا ہے، جن کی مدد سے عبادات کی ہزاروں نئی پیش آمدہ شکلوں اور طریقوں میں شریعت کا حکم حاصل کا جاسکتا ہے۔

۱۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جس عبادت یا عمل کیلئے کسی خاص زمانہ، وقت یا تعداد کو حضور ﷺ نے متعین فرما دیا ہو تو اس عبادت کے لئے، اس خاص زمانہ، وقت اور تعداد کی قید و پابندی لازم ہوگی۔ اور جس عبادت کے لئے، حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا ہے اس عبادت میں زمانہ، وقت اور تعداد کی مستقل قید و پابندی بدعت ہوگی۔

۲۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ کسی نفلی عبادت کے مخصوص اہتمام ودوام سے، اگر عوام کے عقیدے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس عبادت کا ترک کرنا لازم ہو جائے گا تا کہ عوام اس عبادت کو سنت یا واجب نہ سمجھ لیں۔

۳۔ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ محرک داعیہ، موقع اور استطاعت کے باوجود، جس عبادت اور عمل کی اصل اور وجود قرون ثلاثہ............یعنی حضور ﷺ، صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانے............ میں موجود نہ ہو تو، وہ عمل بدعت ہے۔ اگر چہ وہ عبادت یا عمل بذات خود جائز ہو۔

یہ شرعی دلائل وقواعد، تمام علماء کے نزدیک معتبر اور مسلّم ہیں۔ اور انہی سے استدلال کر کے انہوں نے، شب برأت کی نماز، محفل میلاد، رسم فاتحہ، نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر، بلند آواز سے اجتماعی درود وسلام، ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی، فرض نمازوں کے بعد دعاء ثانیہ اور ان جیسی بہت ساری عبادات کو بدعت قرار دیا۔ حالانکہ عام اوقات وحالات میں نفلی نماز، دعا، تلاوتِ قرآن اور حضور ﷺ پر درود وسلام، مستحب عبادات ہیں، جن کی ادائیگی سے مؤمن اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ساری مستحب عبادات صرف مخصوص دن، وقت تعداد اور کیفیات کے التزام ودوام کی وجہ سے بدعت وضلالت ہو گئیں۔ کیوں کہ حضور ﷺ نے ان عبادات کا مطلق اور اجمالی حکم دیا تھا نہ کہ مقید، مخصوص اور تفصیلی۔ اور ایسا حضور ﷺ نے کن وجوہ واسباب اور کس مصلحت کی بنا پر کیا تھا، اس کی حکمت ومصلحت کو جب تک آپ ﷺ خود نہ بتائیں، کوئی بھی شخص خواہ وہ عالم ہو یا صوفی یا فقیہ، اسے اپنی عقل وفہم یا علم وتقویٰ سے نہیں جان سکتا۔ اسی لئے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ عبادات کے دائرے میں اصل، اطاعت وپیروی ہے۔ اور ان کی حکمتیں و مصلحتیں توقیفی ہیں۔ یعنی عبادات میں اسی حد اور طریقہ پر ٹھہر جانا ہے جو حضور ﷺ نے اس کے لئے متعین اور مقرر فرما دیا ہے۔ اس لئے عبادات میں حضور ﷺ کے طریقے سے اختلاف و انحراف بدعت وضلالت ہے۔

مطلق اذکار ونوافل میں اللہ کی رخصت پر عمل نہ کرنا بدعت ہے۔ اس نکتے پر ملا علی القاریؒ کی رائے

مطلق اذکار ونوافل کی ادائیگی پر دائمی اصرار و دوام، اور رخصت پر مستقلاً عمل نہ کرنے کی حیثیت شریعت میں کیا ہے؟ اس نکتے وسوال پر ملا علی قاریؒ کیا فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

من اصر علیٰ امر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منهٗ الشيطان ، من الاضلال فكيف من اصرعلیٰ بدعة منكرة ۔(مرقات جلد ۲ ص ۱۴)

جس شخص نے بھی کسی مستحب عمل کی ادائیگی پر مستقلاً اصرار کر کے اس کو واجب کے مثل بنا دیا۔ اور رخصت پر کبھی عمل نہ کیا، تو وہ شیطان کے فریب میں آ گیا۔ تو کیا معاملہ اور حال ہے اس شخص کا جو منکر بدعت پر اصرار کرے۔

علماء وفقہاء نے مندرجہ بالا کلی قواعد کی روشنی میں یہ صراحت کی ہے کہ دینِ اسلام میں حقوق و فرائض کی ادائیگی، جس طرح اللہ کی رضا وخوشنودی کا سبب وذریعہ ہے، بالکل اسی طرح اللہ کی عطا کردہ رخصتوں وسہولتوں سے استفادہ بھی، اللہ کی رضا جوئی وخوشنودی کا ضامن ہے۔

اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے کی زندگی میں یہ دونوں چیزیں پورے اعتدال وتوازن کے ساتھ موجود ہوں۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور ملا علی القاریؒ اس نکتے کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

ان اللہ یحب ان یُؤتیٰ رخصه كما یحب ان یُؤتیٰ عزائمه ۔(مرقات جلد ۲ ص ۱۵ واشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۲۰)

”اللہ تعالیٰ جس طرح فرائض وواجبات کی ادائیگی کو پسند کرتا ہے، اسی طرح وہ یہ بھی پسند کرتا ہے کہ اس کی رخصتوں سے بھی استفادہ کیا جائے۔“

حضور ﷺ کی اتباع جیسے فعل میں واجب ہے

ویسے ہی ترک فعل میں بھی واجب ہے

اس نکتے پر ملا علی القاریؒ وغیرہم کی رائے

اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے علماء مزید صراحت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا، جس طرح کسی کام کو کرنا سنت ہے اسی طرح کسی کام کا ترک کرنا بھی سنت ہے۔ چنانچہ ایک مؤمن کے لئے جس طرح آپ ﷺ کے فعل کی اتباع، سنت کی اتباع ہے، بالکل اسی طرح حضور ﷺ کے ترکِ فعل کی اتباع بھی، اتباع سنت ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی بدعت وضلالت ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ ملا علی القاریؒ اور دوسرے علماء کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

''نبی کریم ﷺ کی'' اتباع، جیسے فعل میں واجب ہے، اسی طرح ترک فعل میں بھی واجب ہے۔ اس لئے جس نے ایسے کام کا التزام واہتمام کیا، جسے حضور ﷺ نے ترک کیا ہے تو وہ بدعتی ہوگا۔ اس مسئلے میں محدثین کرام نے یہی فرمایا۔'' (اشعۃ اللمعات جلد۱ ص۲۰)

ترک فعل کی سنت کی اتباع نہ کرنے والوں کو

حضور ﷺ کی تنبیہ اور ممانعت کی چند مثالیں

غور طلب بات اس مقام پر یہ ہے کہ مطلق عبادات واذکار میں نبی کریم ﷺ نے غلو وتشدد کو صرف ترک ہی نہیں کیا ہے، بلکہ اس سے صراحتاً منع بھی فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کی مخالفت، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بعد کے زمانوں میں مطلق عبادات واذکار میں غلو وتشدد بدعت وضلالت ہے، خواہ اس کے کرنے والے بلند ترین مرتبہ کے حامل ہی کیوں نہ ہوں۔ مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے سنت نبوی ﷺ کی چند مختصر مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے مطلق عبادات واذکار میں کثرت کا اجمالی حکم براہ راست نبی کریم ﷺ ہی کو دیا تھا۔ اور آپ کے واسطے ہی سے یہ حکم صحابہ کرامؓ اور بعد میں آنے والوں کو پہنچا ہے۔

حضور ﷺ کو کثرت سے اذکار ونوافل کے اہتمام کا اللہ کی طرف سے حکم بھی تھا۔ اور آپ ﷺ فطرتاً اللہ کی عبادات کے نہایت حریص بھی تھے۔ لیکن اس کے باوجود حضور ﷺ نے کثرتِ اذکار ونوافل کے اس حکم پر عمل کرنے میں مبالغہ وزیادتی کے بجائے، قصد ومیانہ روی پر عمل کیا، اور ان کی ادائیگی کے لئے کوئی نصاب، دن، وقت، تعداد یا کیفیت کی شکل میں نہ صرف یہ کہ متعین اور مقرر نہیں فرمایا، بلکہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو اس سے منع بھی فرمایا۔ چنانچہ جب آپ کے چند ساتھیوں نے تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے تقاضے سے معمور ہو کر حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے تشریف لے گئے کہ آپ ﷺ اذکار ونوافل کی کثرت کے اجمالی حکم پر کس طرح اور کتنا عمل کرتے ہیں۔ اور آپ کی نفلی عبادات کا حال جاننے کے بعد، اسے قلیل اور ناکافی محسوس کرتے ہوئے ان حضرات نے آپ ﷺ کی قلیل عبادات کی علت اور وجہ بھی بطور خود یہ فرض کر لی کہ حضور ﷺ تو معصوم اور خدا کے محبوب ہیں، اس لئے آپ کو نفلی عبادات میں کثرت کی حاجت ہی نہیں ہے۔ ہم لوگ چوں کہ معصوم نہیں، بلکہ خطا کار ہیں۔ اس لئے ہمیں تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے، کثرت سے اذکار ونوافل کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ میں ہمیشہ رات بھر نماز ادا کروں گا، دوسرے نے فیصلہ کیا کہ میں ہمیشہ دن کو روزے رکھوں گا۔ تیسرے صاحب نے ارادہ کیا کہ میں شادی نہیں کروں گا تا کہ پورا وقت عبادت ذکر الٰہی میں گزاروں۔

نبی کریم ﷺ کو جب اپنے ساتھیوں کے اس فیصلے کا علم ہوا تو آپ نے اس پر جس ردعمل کا اظہار فرمایا وہ یہ تھا کہ آپ حضرات نے میری نفلی عبادات میں کمی کی جو علت فرض کی ہے وہ غلط ہے، کیوں کہ کثرت سے اذکار ونوافل کے حکم کے منشاء اور مطلوبِ الٰہی، اگر وہی ہوتا جو آپ لوگوں نے

سمجھا ہے تو معصوم ہونے کے باوجود، میں آپ لوگوں سے زیادہ کثرت اور شدت کے ساتھ، ان پر عامل ہوتا، کیوں کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ میں آپ حضرات سے زیادہ اس سے ڈرنے والا اور اس کی نافرمانی وغضب سے بچنے والا ہوں، لیکن میں رات میں نفلی نماز بھی ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ نفلی روزے بھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے اعراض کرے۔ یعنی اس کو چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرے۔ وہ مجھ میں سے نہیں۔'' (بخاری)

حضرت عثمان بن مظعونؓ، تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کی تلاش میں، جب بیوی اور دیگر دنیاوی علائق سے قطع تعلق کر کے، ساری رات نماز پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے لگے، تو حضور ﷺ نے ان کو بلوا کر ان سے سوال کیا کہ (اَتومِنَ بما نؤمن بہ) کیا تم اس دین پر ویسا ہی ایمان رکھتے ہو جیسا کہ ہم رکھتے ہیں؟ اثبات میں جواب پا کر، حضور ﷺ نے ان کو یہ حکم اور ہدایت دی۔ (فاصنع مثل ما نصنع) ''تب تم بھی اسی طرح اور ویسا ہی عمل کرو، جیسا اور جس طرح ہم کرتے ہیں۔'' اور اس کے بعد فرمایا:

''میں نفلی نماز بھی ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نفلی روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے تعلق بھی رکھتا ہوں۔'' اس کے بعد حضور ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت کی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ ------- اِلٰى أَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُونَ ۔ (سورہ مائدہ آیت ۸۷،۸۸)

جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے ایمان والو! جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں انہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ حقیقت میں اللہ کو حدود کے توڑنے والے سخت ناپسند ہیں، اور کھاؤ اس حلال اور پاک رزق کو، جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے اور اس اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو۔ جس پر تم ایمان لائے ہو۔ (سورہ مائدہ آیت ۸۷۔۸۸)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، تزکیۂ نفس اور رضائے الٰہی کے انہی تقاضوں اور محرکات کی وجہ سے، جب رات بھر نماز ادا کرنے اور دن کو روزہ رکھنے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو بلا کر حکم دیا فلا تفعل (''پس ایسا نہ کرو'') انہوں نے بہت التجا کی تو فرمایا صلوٰۃ داؤد علیہ السلام پر عمل کرو۔ اور آخری چھٹے حصے میں پھر آرام کرو۔ روزوں کی ادائیگی کے بارے میں، صوم داؤد پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ یعنی ایک دن روزہ رکھو اور دوسرے دن ناغہ کرو۔ تلاوتِ قرآن کے بارے میں، تین دن میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت دی اور اس سے کم وقت میں قرآن ختم کرنے سے منع فرما دیا۔

درج بالا واقعات کی تفصیلات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں نفلی عبادات میں اضافے کا محرک، داعیہ اور استطاعت موجود تھی۔ صحابۂ کرامؓ انہی محرکات و داعیے سے مغلوب ہو کر نفلی عبادات میں آپ کی سنت پر اضافہ کرنا چاہتے تھے اور بعض نے عملاً کر بھی دیا تھا۔ لیکن حضور ﷺ نے کثرت اذکار و نوافل کے حکم پر، اس طرح سے نہ خود عمل کیا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کو کرنے دیا۔ جس طرح یہ صوفیاء حضرات آج کل کرتے ہیں، بلکہ جب آپ کے بعض اصحاب نے نفلی عبادات میں غلو و تشدد پر اصرار و دوام کا فیصلہ کیا تو حضور نے اپنی سنت اور طریقے سے انحراف اور اس پر اضافہ کی وجہ سے، ان کو اس سے منع فرمایا۔ اور اپنی صحبت کے اٹھ جانے کے بعد، اختلاف و انتشار کے زمانے میں اپنی اور اپنے ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر عمل کرنے کا تاکیدی حکم بھی دیا۔

حضور ﷺ نے مطلق اذکار و نوافل میں غلو اور اضافے پر دوام کو ترک ہی نہیں کیا، بلکہ ان میں غلو اور اضافہ کرنے والوں کو آپ نے حکماً منع بھی فرمایا۔ حضور ﷺ کے اس عمل و رویے سے صرف ترکِ فعل ہی نہیں ثابت ہوتا ہے، بلکہ مطلق نفلی عبادات کے لئے، غلو، اضافہ اور دوام کی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی ہے، جو ترکِ فعل کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل بات ہے۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے ترکِ فعل کا یہ عمل قصداً کیا۔ اور اہل علم سے یہ

بات مخفی نہیں ہوسکتی کہ کسی عمل یا عبادت کو عدم استطاعت کی وجہ سے ترک کرنے میں اور استطاعت کے باوجود ترک کرنے میں بڑا نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔اسی بنا پر علماء یہ کہتے ہیں کہ جس عبادت یا عمل کا محرک، داعیہ اور استطاعت قرون ثلاثہ میں موجود تھا اس کے باوجود، اس عبادت کا ثبوت، اگر قرون ثلاثہ میں نہ ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ترک فعل کا یہ عمل قصداً کیا گیا۔اور جس عبادت یا عمل کو قرون ثلاثہ میں قصداً ترک کیا گیا ہو، اس کا بعد کے زمانوں میں رواج بدعت وضلالت ہے۔

مثلاً، عیدین کی نماز کیلئے اذان کا معاملہ ”عیدین کی نماز دوسری اجتماعی نماز کی طرح ہے اور تمام اجتماعی نماز کیلئے اذان، داعی، محرک اور ضرورت ہے۔حضور ﷺ کے زمانے میں بھی عیدین کی نماز کیلئے اذان کی ضرورت تھی، مگر ضرورت، قدرت اور محرک کے باوجود، حضور ﷺ سے عیدین کی نماز کیلئے اذان دلانا ثابت نہیں ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ ترک اذان کا یہ فعل، حضور ﷺ نے قصدًا کیا۔اس لئے بعد کے زمانوں میں عیدین کی نماز کے لئے اذان دینا بدعت وضلالت ہوگا۔کیوں کہ ایک مؤمن کو جس طرح حضور ﷺ کے قول وفعل کی اتباع کا حکم ہے اسی طرح آپ ﷺ کے ترکِ فعل کی اتباع بھی ضروری ہے۔اس لئے حضور ﷺ اور آپ کے اصحابؓ نے جس فعل یا عبادت کو محرک، قدرت اور ضرورت کے باوجود ترک کیا ہو، بعد کے زمانوں میں اس کو رواج دینا بدعت وضلالت ہے، اس بحث سے یہ دلیل واضح ہوجاتی ہے کہ جس طرح نبی کریم ﷺ کے افعال کی اتباع سنت ہے۔بالکل ویسے ہی آپ کے ترک فعل کی اتباع بھی سنت ہے۔اور اس کی مخالفت بدعت وضلالت ہے، جیسے ملاعلی القاریؒ حدیث انما الاعمال بالنیات کی شرح اس طرح واضح کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کے ترک فعل کی اتباع بھی سنت ہے

اور اس کی مخالفت بدعت ہے۔اس نکتے پر مختلف علماء کی رائیں

والمتابعة كما تكون فى الفعل يكون فى الترك ايضاً، فمن واظب على

فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع ۔(المرقات جلد ا ص ۱۰۴)

”رسول ﷺ کا اتباع جس طرح فعل میں ہوتا ہے، بالکل ویسے ہی ترکِ فعل میں بھی لازم ہے اس لئے جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جسے حضور ﷺ نے ترک کیا ہے تو وہ بدعتی ہے۔“

شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اس نکتے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”محدثینؒ کرام نے یہ فرمایا ہے کہ اتباع جیسے فعل میں ہوتا ہے بالکل اسی طرح اتباع رسول ﷺ ترکِ فعل میں بھی ہوتا ہے۔اس لئے جس کسی نے بھی ایسے عمل کا التزام کیا جسے حضور ﷺ نے ترک کیا ہے تو وہ بدعتی ہو گا۔“(اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۲۰ بحوالہ راہِ سنت ص ۱۵۱)

مواہب لطیفہ، شرح مسند ابی حنیفہؒ میں تلفظ بالنیت کی بحث میں حضور کے ترک فعل کے سنت ہونے پر یہ عبارت ملتی ہے۔

والاتباع كمايكون فى الفعل يكون فى الترك ايضاً، فمن واظب علىٰ مالم يفعل الشارع فهو مبتدع بشمول قوله ﷺ من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو ردٌ ۔(مواہب لطیفہ ص ۱۴۳، راہ سنت ص ۱۵۱)

”اتباع رسول ﷺ جس طرح فعل میں ہوتا ہے بالکل ویسے ہی ترک فعل میں بھی ہوتا ہے۔اس لئے جس کسی نے بھی ایسے فعل کا التزام کیا جسے حضور ﷺ نے ترک کیا تو وہ بدعتی ہوگا۔حضور ﷺ کی اس حدیث کی رو سے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارے قول وفعل سے کوئی ثبوت نہیں ہے تو وہ عمل مردود ہے۔“

سید جمال الدین المحدثؒ حضور ﷺ کے ترک فعل کے سنت ہونے کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

تركهٔ ﷺ سنة كما ان فعلهٔ سنة ۔(مواہب لطیفہ ص ۱۴۳ راہ سنت ص ۱۵۱)

”نبی کریم ﷺ کا کسی فعل کو ترک کرنا بھی سنت ہے جس طرح آپ کا اس کو کرنا سنت ہے۔“

امام شاطبیؒ، حضور ﷺ کے ترک فعل کے سنت ہونے پر یہ محققانہ بحث کرتے ہیں۔

''اور دوسری مثال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خاص حکم دینے سے سکوت فرمایا ہو یا مختلف اعمال وعبادات میں سے کچھ کو ترک کیا ہو، اور صورت حال یہ ہو کہ اس عمل یا عبادت کا محرک، داعیہ اور سبب زمانۂ وحی میں بھی اور اس کے بعد بھی موجود اور ثابت ہو۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے حکم مطلق کو علیٰ حالہ باقی رکھا ہو، نہ اس میں کوئی اضافہ کیا ہو اور نہ کمی۔ جب کہ عقلی طور سے اس میں اضافہ کا داعیہ اور محرک موجود ہو پھر بھی آپ ﷺ نے مطلق حکم میں اضافے کو مشروع نہ فرمایا ہو، نہ اس پر اشارہ کیا ہو اور نہ تنبیہ وتاکید'' حکم مطلق کے بارے میں آپ کا یہ سکوت، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مطلق اذکار ونوافل میں، اپنی پسند ورائے سے، جو شخص بھی کوئی اضافہ کرے گا تو اس کا وہ اضافہ بدعتِ زائدہ ہوگا۔ اور نبی کریم ﷺ کے ارادے اور خواہش کی مخالفت بھی۔ کیوں کہ محرک، سبب، داعیہ اور ضرورت کے باوجود، حضور ﷺ کے سکوت اور ترکِ فعل سے یہی سمجھا جائے گا کہ مطلق عبادات واذکار میں آپ ﷺ کا منشاء وارادہ حکم کو اسی حد وحیثیت پر باقی رکھنا تھا، بغیر کسی کمی اور اضافے کے۔ (الاعتصام جلد ا ص ۲۹۸)

حضور ﷺ کے اسی ترکِ فعل کی سنت کی مخالفت کو صحابہؓ نے بدعت قرار دیا ہے

اس کی چند مثالیں:

چنانچہ نبی ﷺ کے اسی سکوت اور ترک فعل کی سنت کو صحابہؓ کرام نے کس طرح حجت و دلیل قرار دیا ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ کہا ہے۔

اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دعا میں سینے سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو بدعت قرار دیا اور دلیل یہ دی

کہ: **مازاد رسول الله علیٰ هٰذا یعنی الصدر**۔ (مسند احمد) یعنی رسول اللہ ﷺ (دعا میں) سینے سے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ہی چاشت کی مسنون نماز کو بدعت قرار دیا اور دلیل یہ دی کہ چاشت کی نماز کے لئے، جماعت کا ایسا التزام واجتماع، نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں ہوتا تھا۔ اور انہوں نے ہی نمازِ عصر کے وقت، دعاء قنوت پڑھنے کو بدعت کہا۔ اور دلیل یہ دی کہ عصر کے وقت دعاء قنوت پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ (ترمذی۔ راہ سنت ص ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ نے نماز میں بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کو بدعت قرار دیا۔ اور دلیل یہ دی کہ ایسا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ (احکام الاحکام جلد ا ص ۵۲، راہِ سنت ص ۱۵۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ دعا میں سجع (یعنی بہت زیادہ راگ، تکلف، قافیہ ومبالغہ آرائی سے منع کرتے تھے اور دلیل یہ دیتے تھے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کرامؓ دعاء میں سجع نہیں کرتے تھے۔ (بخاری۔ بحوالہ راہِ سنت ص ۱۵۲)

حضرت عمارہ بن رویبہؓ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان ہاتھوں کا ستیاناس کرے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو اشارے کے لئے صرف انگلی اٹھاتے دیکھا ہے۔ (مسلم، راہ سنت ص ۱۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تکبیر، تہلیل اور تسبیح کے مسنون ومستحب ذکر کو بدعت قرار دیا۔ اور دلیل یہ دی کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے زمانے میں اس نہج وطریقہ پر یہ ذکر نہیں ہوتا تھا اور حضور ﷺ کے طریقے سے مختلف الگ اور دوسرے طریقہ پر ذکر کرنے والوں کو جو نصیحت فرمائی وہ قابل توجہ ہے۔

اِنَّکُمْ لَاَهْدَیٰ مِنْ محمد و اصحابه او لَقَد جِئتُمْ بِدعة عظمیٰ او لقد فضلتم اصحاب محمد علماً۔ (احکام الاحکام جلد ا ص ۵۲، راہ سنت ص ۱۹۵)

"یقیناً تم لوگ، محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ سے زیادہ ہدایت یافتہ اور ان سے علم میں افضل ہو، پھر تم لوگوں نے بدعت عظمیٰ ایجاد کرلی۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ہی مسجد میں، نبی کریم ﷺ پر بلند آواز سے درود وسلام پڑھنے والوں کو بدعتی قرار دیا اور انہیں مسجد سے نکال دیا۔ اور دلیل یہ دی کہ: مَا عهد وا ذٰلکَ علی عهد رسول الله۔ (فتاویٰ القاضی بحوالہ راہِ سنت ص ۲۰۲) " درود وسلام کا یہ طریقہ و انداز رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں رائج نہیں تھا۔

ایک شخص جو عصر کی نماز کے بعد اکثر دو رکعت نفل پڑھتا تھا۔ اس نے اپنے اس عمل کے بارے میں حضرت سعید بن المسیبؓ سے سوال کیا؟

اَیُعَذِّبُنِی اللّٰهُ علیٰ الصلوٰة" کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس نماز کی وجہ سے عذاب دے گا؟ اس کے اس سوال پر حضرت سعید ابن المسیبؓ نے جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو۔

لَا۔ وَلٰکِنْ یُعَذِبُکَ بخلا فِ السنة۔ نہیں! نفل نماز پر تو اللہ تعالیٰ تجھے عذاب نہیں دے گا۔ لیکن سنتِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے عذاب دے گا۔ (مسند دارمی، راہ سنت ص ۲۲۴)

حضرت علیؓ نے ایک شخص کو، نمازِ عید الفطر سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھنے سے منع فرمایا: تو اس نے آپ سے بحث کرتے ہوئے یہ دلیل دی کہ:

انی اعلم ان الله لا یعذب علیٰ الصلوٰة۔

"میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز ادا کرنے پر عذاب نہ دے گا۔"

اس شخص کی اس حجت اور دلیل پر حضرت علیؓ نے جو جواب اس کو دیا وہ یاد رکھنے کے لائق ہے ملاحظہ ہو:

انی اعلم ان الله لا یثیب علیٰ فعل حتیٰ یفعلهٗ رسول الله ، اویحث علیه

فتکون صلاتک عبثاً والعبث حرامٌ فلَعَلَّهٗ تعالیٰ یعذبک لمخالفتک لِرَسول اللّٰهِ۔ (شرح مجمع البحرین ص ۱۶۵، راہ سنت ص ۲۱۸)

"میں بالیقین یہ جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ہرگز کوئی ثواب نہ دے گا جب تک وہ فعل حضور ﷺ سے ثابت نہ ہو، یا آپ نے اس کی ترغیب دی ہو۔ اس لئے یہ تیری نماز .... جو رسول اللہ سے ثابت نہیں ہے .... فعل عبث ہے۔ اور فیل عبث حرام ہے۔ اور ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے حضور ﷺ کی مخالفت کی بناء پر عذاب بھی دے۔"

علماء نے صحابہؓ اور حضور ﷺ کے اسی ترکِ فعل کو حجت تسلیم کیا ہے۔ چند مثالیں:

نبی کریم ﷺ وصحابہؓ کے اسی ترک فعل کی سنت کو دلیل اور حجت تسلیم کر کے علماء وفقہاء نے، مختلف مسنون ومستحب عبادات میں اضافہ، اصرار اور دوام کو بدعت قرار دیتے ہوئے جو دلائل دیئے ہیں وہ لائق توجہ ہیں ملاحظہ ہوں۔

رات کے وقت آٹھ رکعت سے زیادہ اور دن کے وقت چار رکعت سے زیادہ ایک سلام سے نفلی نماز پڑھنا، ائمہ احناف کے نزدیک مکروہ ہے اور جس کی کراہیت پر فقہاءِ احناف نے یہ دلیل دی ہے۔

لِعَدِمْ ورود الاثربه۔منیة المصلی (ص ۱۰۲، راہ سنت، ص ۱۵۴)" اس لئے مکروہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔"

صاحب البدائع اس کراہیت پر یہ دلیل دیتے ہیں:

یکره لانهٗ لم یروا عن النبی۔ اس لئے مکروہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے ایسا عمل مروی نہیں ہے اور صاحب ہدایہ کراہیت پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ:

ودلیل الکراهة انهٗ ﷺ لم یزد علیٰ ذٰلک ، ولولا الکرامة لزاد تعلیما

لـلجواز ۔(الهدایہ جلد ا ص ۱۲۷، راہ سنت ص ۱۵۴) اور کراہیت کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے زیادہ نہیں پڑھا ہے۔ اگر کراہیت نہ ہوتی تو آپ ﷺ جواز کے لئے یقیناً زیادہ کی تعلیم دیتے اور عمل کرتے۔

رمضان میں ختم قرآن کے وقت دعا کرنا، اور اسی طرح ختم قرآن کے وقت اجتماعی دعا کرنا مکروہ ہے۔ اور اس کی دلیل فتاویٰ کبیری، درمختار، فتاویٰ عجیب، اور کنز العباد میں یہ ہے:

لِاَنَّ هٰذا لم ینقل عن النبی ولا عن الصحابة ۔(الجنہ ۱۴۳، راہ سنت ص ۱۵۴) اس لئے مکروہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ایسا عمل کرنا منقول اور ثابت نہیں ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ طلوع فجر کے بعد، فجر کی دوسنتوں کے علاوہ، کوئی اور نفلی نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ:

لانہٗ علیہ السلام لم یزد علیها مع حرصه علیٰ الصلٰوة ۔(ہدایہ جلد ا ص ۷۰ راہ سنت ص ۱۵۵)

''اس لئے مکروہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پر حریص ہونے کے باوجود، اس سے زیادہ نہیں پڑھی ہے۔''

عید کے دن عید گاہ میں نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنا بدعت ہے۔ اور اس کی دلیل صاحب ہدایہ یہ دیتے ہیں کہ: لان النبی لم یفعل ذٰلک مع حرصهٖ علیٰ الصلوة۔

''اس لئے بدعت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پر حریص ہونے کے باوجود، عید گاہ میں نماز عید سے پہلے، نماز نہیں پڑھی۔'' (ہدایہ جلد ا ص ۱۵۳، راہ سنت ص ۱۵۶)

علامہ ابراہیم حلبی الحنفیؒ صلوٰة الرغائب وغیرہ کے بدعت ہونے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ: ان الصحابة والتابعین ومن بعد هم من الائمةِ المجتهدین لم ینقل عنهم ۔(فتاویٰ کبیری ۴۳۳ راہ سنت ص ۱۵۷) ''یہ اس لئے بدعت ہے کہ صحابۂ کرامؓ، تابعین اور ان کے بعد

ائمہ مجتہدین سے منقول اور ثابت نہیں ہے۔''

مشہور حنفی امام احمد بن محمدؒ (م ۴۴۶ھ) ایک مسئلے کی تحقیق میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ:

لا نهابدعة لم تنقل عن الصحابةؓ و التابعینؒ ۔(الواقعات بحوالہ راہ سنت ص ۱۵۷) ''یہ اس لئے بدعت ہے کہ یہ صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول اور ثابت نہیں ہے۔''

فقہ حنفی کی مستند کتاب محیط اور فتاویٰ عالمگیری میں سورہ کافرون کا شروع سے آخر تک بالجمع پڑھنا مکروہ کہا گیا ہے اور اس کے لئے یہ دلیل دی گئی ہے۔

لا نهابدعة لم ینقل ذلک عن الصحابة والتابعین ۔(عالمگیری جلد ۴ ص ۲۶۴ راہ سنت ۱۵۷) ''یہ اسلئے بدعت ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول اور ثابت نہیں ہے''۔

نبی کریم ﷺ کے ترک فعل کی سنت کے انہیں شرعی اور اصولی قاعدوں کی روشنی میں اور ان کو حجت اور دلیل قرار دے کر علماء وفقہا نے نماز، روزہ، ذکر، دعا، تلاوت قرآن اور درود وسلام جیسی عبادات مسنونہ کو صرف اس لئے بدعت قرار دیا کہ ان عبادات کی ادائیگی کے لئے رائج، موجودہ طریقہ، وقت، تعداد اور اجتماع وغیرہ کا التزام ودوام، نبی کریم ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت اور منقول نہیں ہے۔ ورنہ عام حالات میں ایک مؤمن کے لئے، یہ عبادات اللہ کی رضا، اس کا قرب اور بلندی درجات کا بہترین ذریعہ ووسیلہ ہیں۔

خلاصۂ بحث

مندرجہ بالا بحث اور دلائل سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ مطلق عبادات واذکار کا کوئی ایسا نیا طریقہ جو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت نہ ہو بدعت وضلالت ہے اس لئے ایک مؤمن پر یہ بات لازم ہے کہ جس عبادت یا عمل کے لئے، شریعت مطہرہ نے جو طریقہ یا ضابطہ مقرر فرمایا ہے اس میں کسی طرح کا کوئی ردّ وبدل نہیں کرنا چاہئے۔ مطلق اذکار ونوافل کے حکم عام کو،

مقید اور خاص نہیں کرنا چاہئے ۔ یا مقید کے خاص حکم کو عام اور مطلق سے نہیں بدلنا چاہئے ۔ جس عبادت یا عمل کو حضور ﷺ نے اجتماعی شکل میں نہیں کیا ہے اسے اجتماعی طور سے ادا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے ۔ جس عبادت یا ذکر کو آپ نے بلند آواز سے نہیں کیا ہے یا کرنے کا حکم دیا ہے اس کو بلند آواز سے نہیں کرنا چاہئے ۔ جس عبادت یا عمل کی ادائیگی کا شریعت میں کوئی وقت، تعداد اور شکل متعین نہیں ہے، اس کو وقت، تعداد اور شکل کے ساتھ مخصوص کرنا غلط ہے ۔ مباح کو سنت اور واجب کا درجہ نہیں دینا چاہئے ۔ اور نہ مستحب اور مسنون عبادات کو فرض بنانا چاہئے ۔ کیوں کہ یہی اللہ کی مقرر کردہ حد سے انحراف، شریعت میں ردو بدل اور بدعت وضلالت ہے ۔

عوام کے لئے صحیح راہِ عمل

اب تک کی گفتگو سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ دین میں عبادات کا دائرہ مخصوص اور غیر اجتہادی ہے ۔ اس میں قیاس و اجتہاد سے وقت، تعداد اور کیفیت کا اضافہ کرنا ممنوع اور بدعت ہے ۔ فرض اور مستحب دونوں عبادات میں حضور ﷺ کی ہو بہو نقل اور اتباع قیامت تک کے لئے فرض ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی اذکار و عبادات میں بدعت کے حکم کا اطلاق، کب اور کن صورتوں اور موقعوں پر ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، سلف صالحینؒ نے مسنون نفلی عبادت میں کس قسم کے اضافے وتبدیلی کو بدعت سے تعبیر کیا ہے ۔

لیکن وہ لوگ جو علمی بحثوں اور دلائل کو اچھی طرح سمجھنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کے لئے آسان اور صحیح راہِ عمل یہ ہے کہ جب کوئی نفلی عمل اور عبادت، بدعت اور سنت کے درمیان متنازعہ فیہ ہو جائے تو ایسی صورت حال میں، علماء وفقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس نفلی عمل وعبادت سے دور رہنا ہی تقویٰ کا تقاضا اور صحیح راہِ عمل ہے ۔

نبی کریم ﷺ کی درج ذیل احادیث اسی بات پر دلالت کرتی ہیں ۔

دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلىٰ مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الخير طمانيةٌ و الشرَّ ريبة۔

(مستدرک جلد ۲ ص ۱۳)

'' وہ (عمل یا عبادت) چھوڑ دے، جس میں تجھ کو شک ہو جائے ۔ اور اسے اختیار کر جو شک سے پاک ہو ۔ کیوں کہ خیر اطمینان ہے اور شر، شک وتردد ہے ۔''

لَا يبلغ العبدان يكون من المتقين حتّى يدع مالا باس بهٖ حذرًا لِمَا بهٖ باس ۔(ابن ماجہ، ترمذی، مشکوۃ جلد ا ص ۲۴۲)

'' کوئی شخص متقین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک وہ اعمال نہ چھوڑ دے، جس میں بظاہر تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن وہ ذریعہ ہیں ایسے اعمال کا جن میں حرج ومضائقہ ہے ۔''

الاثم ما حاك فى نَفسِكَ و ترددفى الصدر و ان افتاك الناس۔(احمد، دارمی، مشکوۃ ج ا ص ۲۴۲)

'' گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے، اور جس سے تیرے دل میں تردد اور شک پیدا ہو، اگرچہ لوگ اس کے جائز ہونے کا تجھے فتویٰ دیتے ہوں ۔''

الحلالُ بين والحرام بين و بينهما مشتبهات لا يعلمها كثيرٌ من الناس فمن اتقىٰ الشبهات استبرأَ لِدِيْنَهٖ و عرضِهٖ وَ مَن وَقع فى الشبهات وقع فى الحرام ، كا الراعى حول الحمىٰ يوشك ان يرتع ۔(ابن ماجہ ص ۲۹۶)

'' حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح، اور دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، ان کو اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ پس جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جوان میں ملوث ہو گیا تو وہ حرام میں لت پت ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو جانوروں کو کھیتوں کے قریب چراتا ہے تو اس کے جانوروں کے کھیت میں گھس جانے کا امکان بڑھ جاتا ہے ۔ اور اکثر گھس بھی جاتے ہیں ۔''

بدعت پر عمل کے مقابلے میں ترکِ سنت بہتر ہے۔فقہاء کا اصول

نبی کریم ﷺ کی یہی وہ اصولی ہدایات ہیں، جن سے استدلال کر کے، علماء فقہاء نے اصول کے طور پر یہ بات اخذ کی ہے کہ سنت اور مستحب عمل ترک کر دینا بہتر اور اولیٰ ہے، بدعت پر عمل کرنے کے مقابلے میں، کیوں کہ بدعت پر عمل گمراہی اور عذاب جہنم کا موجب ہے، جب کہ ترک سنت گناہ نہیں ہے۔علامہ برکلیؒ م ۹۸۰ھ اس اصول کو یوں واضح کرتے ہیں۔

ثمَّ اعلم ان فعل البدعةِ اشدَّ ضررًا من ترک السنة، بدلیل، ان الفقها قالواء اذا تردد الحکم فی شیءٍ بین کو نہٖ سنةٌ و بدعة ، فترکہ لازم۔

(طریقہ محمدیہ، بحوالہ راہ سنت ص ۲۴۲)

"پس جان لو بدعت پر عمل، ترک سنت کے مقابلے میں زیادہ نقصان دہ ہے۔اور اس کی دلیل میں فقہا یہ کہتے ہیں کہ کسی عمل وعبادت کے بارے میں جب شرعی حکم، سنت اور بدعت کے درمیان معلق ہو کر مشتبہ ہو جائے تو ایسی حالت میں سنت کا ترک کرنا بہتر اور ضروری ہے۔"

فتاویٰ عالمگیر میں اس اصول کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وما تردد بین البدعة والسنة یترک ۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد ا ص ۱۷۹، راہ سنت ص ۲۴۲)

"جو عمل یا عبادت سنت و بدعت کے درمیان مشتبہ ہو جائے، اسے چھوڑ دیا جائے گا۔"

علامہ شامیؒ اس اصول کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں۔

اذا تردد الحکم بین سنة و بدعة کان ترک السنة راجحاً علیٰ فعل البدعة۔(شامی، بحوالہ راہ سنت ص ۲۴۳)

"جب شرعی حکم سنت اور بدعت کے درمیان مشتبہ ہو جائے تو سنت کا ترک کرنا فعلِ بدعت پر

مقدم ہوگا۔"

قاضی ابراہیم الحنفیؒ اس نکتہ کی وضاحت میں یہ لکھتے ہیں کہ جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو تو اس کو چھوڑ دو۔کیوں کہ بدعت کا چھوڑ نا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

(نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار ص ۱۳۹ بحوالہ راہ سنت ۲۴۳)

علامہ ابن نجیمؒ اس اصول کو یوں بیان کرتے ہیں:

وَيَلْزِمُ ان ما تردد بین بدعة و واجب اصطلاحی ، فانہ یترک کا لسنة۔

(بحر الرائق جلد ۳ ص ۱۶۵ بحوالہ راہ سنت ص ۲۴۳)

"جو عمل یا عبادت، بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان مشتبہ ہو جائے تو سنت کی طرح، اس کا بھی ترک کرنا لازم ہے۔"

علماء فقہاء کی ان تصریحات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جب کسی مستحب عمل اور عبادت کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو کہ آیا یہ بدعت ہے یا سنت، تو اس کو ترک کرنا بہتر اور تقویٰ سے قریب تر ہے۔شریعت مطہرہ میں بدعت کی خطرناکی کا عالم یہ ہے کہ وہ بدعت کو ختم کرنے لئے، سنت اور واجب (اصطلاحی) کی قربانی تو گوارا کرسکتی ہے، لیکن اسے یہ گوارا نہیں ہے کہ سنت اور بدعت کا معجون مرکب فروغ پائے۔اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص بدعت سے اجتناب نہ کرے۔اور حضور ﷺ کی شک وتردد سے پاک سنتِ ثابتہ کو دانتوں سے مضبوط نہ پکڑے تو اس دنیا میں، اپنی مرضی پر عمل کرنے کیلئے وہ آزاد ہے۔لیکن آخرت میں اپنے اس کردار کا نتیجہ وہ یقیناً، اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گا۔

آخری بات

اس لئے وہ لوگ جنہیں اللہ ورسول ﷺ سے محبت ہے اور آخرت میں رضائے الٰہی کے

حصول کی تمنا، تو ان کے لئے واحد راستہ صرف یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کی واضح، ثابت اور شک و تردد سے پاک سنتوں کی اتباع کو اپنی زندگی کا مقصد و نصب العین بنائیں۔ صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور خود کو حضور ﷺ کی اس وعید سے بچائیں۔

یاتی علی الناس زمان ، یجتمعون فی المساجد ، لیس فیهم مؤمن۔ (مستدرک جلد ۴ ص ۴۴۲ بحوالہ راہ سنت)

”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں میں جمع تو ہوں گے، لیکن ان میں ایک بھی مؤمن نہ ہوگا۔

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts Mobile: 9820790615
Printed at: Fatima Printers
Tilak Nagar, Saki Naka Mumbai - 400070

ادارہ دعوۃ القرآن کی نئی پیش کش
زبان نہایت سلیس، صاف، سادہ، عام فہم اور ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آنے والی،
شادی بیاہ میں تحفہ میں دینے کے لائق
ایک ہی صفحہ پر متن کے ساتھ
ترجمہ
قرآن مجید
مولانا شمس پیرزادہؒ
ادارہ دعوۃ القرآن
۵۹ محمد علی روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون: ۲۳۴۶۵۰۰۵
خوبصورت سنہری جلد کے ساتھ ہدیہ صرف ۳۰۰/- روپے
دیگر کتب کے لئے فہرست طلب کیجئے